

دو قومی نظریہ اور اس کے اسلامی تقاضے

محسن فارانی

"نظریہ" لغوی لحاظ سے مطمح نظر یا طے شدہ مقاصد اور اصولوں کے مجموعے کا نام ہے۔ دنیا میں کئی قسم کے نظریات رائج چلے آرہے ہیں۔ ان کی دو تین بڑی اقسام ہیں جیسے علمی نظریہ، مذہبی نظریہ، سیاسی نظریہ وغیرہ۔

علمی نظریے کو انگریزی میں تھیوری (Theory) کہا جاتا ہے جیسے ایٹمی نظریہ (Atomic Theory)، ڈارون کا نظریہ ارتقاء (Evolution Theory)، دو قومی نظریہ (Two Nation Theory) ...... مذہبی یا سیاسی نظریے کو انگریزی میں آئیڈیالوجی (Idealogy) کہا جاتا ہے جیسے اسلامی نظریہ (Islamic Idealogy)، نظریۂ پاکستان (Idealogy of Pakistan) وغیرہ۔

علم السیاست یا پولیٹیکل سائنس کی اصطلاح میں نظریہ یا آئیڈیالوجی (Idealogy) کسی قوم کے بنیادی مقاصد اور آدرشوں سے عبارت ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک اپنے تاریخی، جغرافیائی اور نسلی تسلسل کی بنا پر قائم ہیں لیکن زمانۂ حال میں کم از کم دو ملک ایسے ہیں جو کسی ایک نظریے کی بنیاد پر وجود میں آئے اور وہ ہیں: پاکستان اور اسرائیل جو بالترتیب 1947ء اور 1948ء میں قائم ہوئے۔ اسرائیل کا قیام یہود و نصاریٰ کی ملی بھگت سے جنم لینے والی ایک تاریخی دھاندلی تھا جو بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول میں بروئے کار لائی گئی۔

دو اڑھائی ہزار سال پہلے یہود کی بداعمالیوں کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر بابلی اور رومی اقوام مسلط کر دی تھیں جنھوں نے ان کا ہیکل سلیمانی میں تباہ کیا۔ 35-132ء میں یہودیوں نے بغاوت کی تو رومی حکمران ہیڈریان نے انھیں فلسطین سے جلاوطن کر دیا۔ پھر پونے دو ہزار برس یہودی دنیا میں مارے مارے پھرے، تاہم اس دوران اپنی

> قائداعظم نے کہا تھا کہ اکبر کی طرف دیکھنے کی بجائے ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے جنھوں نے "میثاقِ مدینہ" میں اقلیتوں کی حفاظت کی روشن مثال قائم کی تھی

مفروضہ ''ارضِ موعود'' فلسطین کو دوبارہ حاصل کرنے کا نظریہ ان میں پرورش پاتا رہا جو 1897ء میں یہودی وثائق (جیوئش پروٹوکولز) کی دستاویزی شکل میں سامنے آیا۔ ان پروٹوکولز کے مطابق یہود کی عالمی تحریک صہیونیت وجود میں آئی۔ صہیونیوں نے برطانوی سامراج سے گٹھ جوڑ کر کے سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کروایا اور یوں برطانیہ کے زیر تسلط فلسطین میں آباد ہو کر یہود نے فلسطینی مسلمانوں کو بے دخل کر کے 1948ء میں اسرائیل کی ناجائز ریاست کے قیام کا ہدف حاصل کر لیا۔

اس کے برعکس پاکستان اگست 1947ء میں حقیقی دو قومی نظریے کی بنا پر قائم ہوا جس کا پس منظر اور اجمالی تعارف یہ ہے:

برصغیر یا متحدہ ہندوستان میں دو بڑی قومیں ہندو اور مسلمان بستی تھیں۔ چونکہ ہندوؤں کی تاریخی اسلام دشمنی، مسلمانوں سے ان کے شدید نفرت انگیز برتاؤ اور پے بہ پے مسلم کش فسادات کے باعث ان دونوں قوموں کا کسی ایک نظام کے تحت پُر امن طور پر رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔ ہندو بلحاظ آبادی مسلمانوں سے تین گنا تھے، لہٰذا مسلمانانِ برصغیر کی نمائندہ جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کے زیر صدارت اپنے اجلاس لاہور (23 مارچ 1940ء) میں برصغیر کے مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ کیا جو قرارداد پاکستان کی شکل میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کی بنیاد بن گیا۔

یہی نظریۂ پاکستان یا دو قومی نظریہ کی عملی شکل ہے جس کا اعلان ایک انٹرویو میں قائداعظم نے یہ کہہ کر کیا تھا کہ: ''پاکستان اسی روز وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔''

یوں محمد بن قاسم جس نے 15-712ء میں سندھ اور ملتان میں اسلام کا پرچم لہرایا اور لاکھوں ہندوؤں کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذریعہ بنا...... سلطان محمود غزنوی (998-1030ء) جس نے شمالی ہند بالخصوص خیبر و پنجاب میں دین توحید کے فروغ کے راستے کھولے...... سلطان شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک جنھوں نے جنگ تراوڑی (1192ء) میں ہندو حکمران پرتھوی راج چوہان کو شکست دے کر ہندوستان میں پہلی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جسے بعد میں آنے والے سلاطین خصوصاً علاء الدین خلجی نے جنوبی ہند تک پھیلا دیا...... شیخ احمد سرہندی عرف مجدد الف ثانی جنھوں نے ہندوؤں کے داماد اکبر بادشاہ کی پھیلائی ہوئی گمراہی کے خلاف فکری جہاد کیا...... اورنگ زیب عالمگیر (1658-1707ء) جس نے جنگجو ہندو مرہٹوں کے اسلام دشمن عزائم ناکام بنائے...... احمد شاہ ابدالی جس نے پانی پت کی تیسری جنگ (جنوری 1761ء) میں مرہٹوں کے ٹڈی دل لشکر کو عبرتناک شکست دے کر نہ صرف شمالی ہند میں مرہٹہ گردی کا خاتمہ کیا بلکہ مرہٹہ پیشوا بالاجی باجی راؤ کے جامع مسجد دہلی میں مہادیو کا بت رکھنے کا خواب بھی چکنا چور کر دیا...... ابدالی کو قندھار سے ہندوستان آنے کی دعوت دینے والے شاہ ولی اللہ کی تحریک دین اور انھی کے پوتے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید کی اٹھائی ہوئی تحریک جہاد اور 1857ء کا غاصب انگریزوں کے خلاف جہاد آزادی...... سب اسی دو قومی نظریے کے مختلف مظاہر ہیں۔ اسی نظریاتی تسلسل میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا (دسمبر 1906ء)، قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور قیام پاکستان کا معجزہ رونما ہوا۔

دو قومی نظریہ یا نظریۂ پاکستان بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کی نگاہ میں ایک مسلم نظریہ ہے جنھوں نے 1943ء میں اپنے ایک بیان میں کہا تھا: ''پاکستان کا مطلب صرف یہ نہیں کہ ہم صرف غیر ملکی حکومت سے

علم السیاست یا پولیٹیکل سائنس کی اصطلاح میں نظریہ یا آئیڈیالوجی (Idealogy) کسی قوم کے بنیادی مقاصد اور آدرشوں سے عبارت ہے

آزادی چاہتے ہیں، اس سے اصل میں مسلم نظریہ (Muslim Idealogy) مراد ہے جس کا تحفظ ضروری ہے۔ ہمیں صرف آزادی ہی مطلوب نہیں، ہمیں اس قابل بھی بننا ہے کہ اس کی حفاظت کرسکیں اور اسلامی تصورات واصولوں کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔''

اس کے باوجود کچھ ازل کے جھوٹے قلمکار، نام نہاد دانشور اور متعصب انگریز و ہندو مؤرخین کے گمراہ کن افکار کی جگالی کرنے والے ''مؤرخ'' اور ''دانشور بڑی ڈھٹائی سے میڈیا میں یہ جھوٹ اگلتے رہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں نہیں آیا تھا اور یہ کہ ''نظریۂ پاکستان'' کی اصطلاح تو جنرل آغا محمد یحییٰ خاں (71-1969ء) کے وزیر اطلاعات نوابزادہ شیر علی خاں کی ایجاد ہے، حالانکہ قائداعظم 26 برس پہلے ''مسلم آئیڈیالوجی'' کی اصطلاح استعمال کر کے اسلام کو پاکستان کی وجہ قیام قرار دے چکے تھے۔ اسی طرح سات آٹھ سال پہلے ایوبی دور میں فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال ''آئیڈیالوجی آف پاکستان'' کے نام سے کتاب لکھ چکے تھے اور معروف مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی اس عنوان سے ایک کتاب رقم کی تھی لیکن غیروں کے لقمے توڑنے والے اس برخود غلط ٹولے کو تو جھوٹ پھیلانے اور پاکستان کی نظریاتی بنیادیں ہلانے سے غرض ہے۔ ستم یہ ہے کہ یہ لوگ جس تھالی میں کھاتے ہیں، اسی میں چھید ڈالنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

صدر جنرل یحییٰ خاں کے وزیر اطلاعات نوابزادہ شیر علی خاں پاکستان اور نظریۂ پاکستان سے مخلص تھے، چنانچہ انھوں نے ریڈیو، ٹی وی اور سرکاری اخبارات (پریس ٹرسٹ) سے بہت سے کمیونزم اور سیکولرزم کے نام لیوا چلتے کیے۔ ریڈیو، ٹی وی اور پرنٹ میڈیا میں نظریۂ پاکستان کا پرچار ہونے لگا تو اسلام سے گریزاں اس ٹولے نے نوابزادہ شیر علی خاں کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔

دریں اثنا بنگلہ دیش بنوا کر ذوالفقار علی بھٹو 20 دسمبر 1971ء کو ''نئے پاکستان'' میں برسرِ اقتدار آئے تو مذکورہ گروہ کی ایک بار پھر بن آئی اور ریڈیو، ٹی وی کے ان طبلچیوں کا یہی کام رہ گیا کہ مسٹر بھٹو کے قصیدے گائیں، ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات و جرائد میں اہم عہدوں پر فائز ہو کر دن رات جھوٹ کا پرچار کریں، نظریۂ پاکستان کا مذاق اڑائیں اور ''ایشیا سرخ ہے'' یعنی ''سوشلسٹ ہے'' کے نعرے لگاتے ہوئے نوابزادہ شیر علی خاں اور اسلامی فکر رکھنے والے صاحبانِ علم کا مذاق اڑائیں کیونکہ اسلام کے نام لیوا، اسلامی نظام کی بات کرتے تھے جبکہ شیر علی خاں نظریۂ پاکستان کو فروغ دینے کے باعث ان لوگوں کے نزدیک گردن زدنی تھے۔ بعد میں صدر جنرل ضیاء الحق شہید حدود آرڈیننس نافذ کرنے اور اس گمراہ ٹولے کے ولی نعمت سوویت روس کو افغانستان میں ناکوں چنے چبوانے کے باعث ان کے نشانے پر آ گئے تھے۔

نظریۂ پاکستان اور نفاذِ اسلام کے منکرین قائداعظم محمد علی جناح کی 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی مرکزی اسمبلی میں کی گئی تقریر کا حوالہ دے کر انھیں سیکولر ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں جس میں انھوں نے کہا تھا کہ: ''اب مسلمان مسلمان نہیں رہے گا اور ہندو ہندو نہیں رہے گا، عقیدے کے لحاظ سے نہیں، کیونکہ وہ تو ہر ایک کا نجی معاملہ ہے مگر ریاست کا کسی کے عقیدے سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔''

دراصل ان دنوں کراچی کے ہندوؤں میں کچھ بے چینی تھی اور قائداعظم نے مذکورہ بالا الفاظ میں اقلیتی گروہ کو پاکستان میں اسلامی رواداری کے ساتھ اچھے برتاؤ کی یقین دہانی کرائی تھی ورنہ وہ بطور نظام حکومت تو اسلام ہی کا نفاذ چاہتے تھے۔

> پاکستان کا مطلب صرف یہ نہیں کہ ہم صرف غیر ملکی حکومت سے آزادی چاہتے ہیں،
> اس سے اصل میں مسلم نظریہ (Muslim Idealogy) مراد ہے جس کا تحفظ ضروری ہے

جب برطانوی وائسرائے مونٹ بیٹن انتقالِ اقتدار کی رسم نبھانے کراچی آئے تھے تو انھوں نے اپنی تقریر میں مغل بادشاہ اکبر اعظم کی رواداری پالیسی کی مثال دی تھی جس کے حرم میں رانی جودھا بائی بدستور ہندومت کی پیروکار تھی۔ اس پر قائداعظم نے جوابی تقریر میں کہا تھا کہ اکبر کی طرف دیکھنے کی بجائے ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے، جنھوں نے ''میثاقِ مدینہ'' میں اقلیتوں کی حفاظت کی روشن مثال قائم کی تھی۔ اگر قائداعظم سیکولر ہوتے تو وہ اکبر بادشاہ کی پالیسی کو سراہنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی مثال ہرگز نہ دیتے۔

نظریۂ پاکستان یا دو قومی نظریے کی نفی کرنے والے قیام پاکستان کے حقیقی جواز کو مسترد کر کے دراصل اکھنڈ بھارت کی وکالت کرتے ہیں جس کے داعی عیار اور مکار پنڈت جواہر لال نہرو، سردار ولبھ بھائی پٹیل، ساورکر، لالہ لاجپت رائے، پنڈت مدن موہن مالویہ، موہن داس کرم چند گاندھی اور ان کے وابستگان تھے۔

1936ء کے لگ بھگ پنڈت نہرو نے اعلان کیا تھا کہ ہندوستان میں صرف دو طاقتیں ہیں: کانگرس اور انگریز۔ اس پر قائداعظم نے برملا کہا تھا: نہیں، مسلمان تیسری قوت ہیں جن کی نمائندگی آل انڈیا مسلم لیگ کرتی ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے دو قومی نظریے کو اجاگر کر دیا تھا۔

اس کے باوجود کچھ کور ذہن اور شپرہ چشم دو قومی نظریے کی تحقیر کرتے اور ہندو بھارت کے ساتھ دوستی اور ''امن کی آشا'' کے جھوٹے گیت الاپتے رہتے ہیں، حالانکہ بھارت وہ ملک ہے جس نے ہماری لائف لائن اور شہ رگ جموں و کشمیر پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے اور 1971ء میں پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے میں وہ ابلیسی کردار ادا کر چکا ہے۔

جہاں تک دو قومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آنے والے پاکستان میں اسلام اور شریعت کے نفاذ کا تعلق ہے، بانیان پاکستان، بالخصوص قائداعظم کا ذہن بالکل واضح تھا۔ قرارداد پاکستان کی منظوری کے 9 ماہ بعد ایک بیان میں انھوں نے کہا تھا: ''مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں کو اپنی تقدیر کا مقابلہ کرنا چاہیے لیکن مسلم اکثریتی والے صوبوں کو آزادی دلانی چاہیے تاکہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔''

(روزنامہ ''انقلاب'' 31 دسمبر 1940ء)

پروفیسر احمد سعید صاحب اپنی کتاب ''گفتارِ قائداعظم'' میں لکھتے ہیں: نواب بہادر یار جنگ کی موجودگی میں طلبہ اور نوجوانوں سے گفتگو کرتے ہوئے قائداعظم نے واضح طور پر کہا تھا: ''میں جب انگریزی زبان میں ریلیجن (مذہب) کا لفظ سنتا ہوں تو میرا ذہن اللہ اور بندے کی باہمی نسبتوں اور رابطوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ میں نہ کوئی مولوی ہوں، نہ ملا اور نہ مجھے دینیات میں مہارت کا دعویٰ ہے، البتہ میں نے قرآن مجید اور اسلامی قوانین کے مطالعے کی اپنے تئیں کوششیں کی ہیں۔

اس عظیم الشان کتاب میں اسلامی زندگی سے متعلق ہدایات کے باب، زندگی کا روحانی پہلو، معاشرت، سیاست، معیشت، غرض انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآن مجید کی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔ قرآن کی اصولی ہدایات اور سیاسی طریق کار نہ صرف مسلمانوں کے لیے بہترین ہیں بلکہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کے لیے بھی سلوک اور آئینی حقوق کا اس سے بہتر تصور ممکن ہی نہیں۔''

(رہبر، دکن: 19 اگست 1941ء)

ملک میں اسلامی شریعت کا عملی نفاذ قیام پاکستان کا اولین تقاضا ہے جس کو سابقہ حکومتیں نظر انداز کرتی رہی ہیں۔ اگر وطن عزیز میں اللہ کا قانون نافذ ہو چکا ہوتا تو ہم ان مصائب اور فتنوں سے دوچار نہ ہوتے جن میں آج ہم مبتلا ہیں

اسی گفتگو کے دوران میں قائداعظم نے ایک سوال کے جواب میں وضاحت کی: ''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ بنیادی امتیاز پیش نظر رہے کہ اطاعت اور وفاکشی کا مرجع اللہ کی ذات ہے، اس لیے تعمیل کا مرکز قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ قرآن کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔ آپ جس نوعیت کی بھی حکمرانی چاہتے ہیں، اس کے لیے بہر حال سلطنت اور علاقے کی ضرورت ہے۔''

قائداعظم کی اسی اسلامی سوچ کے مطابق مارچ 1949ء میں پاکستان کی مرکزی اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کی تھی جس میں نفاذ اسلام کا عہد کیا گیا اور وزیراعظم لیاقت علی خان نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ: ''یہ قرارداد قائداعظم کی سوچ کی ترجمانی کرتی ہے۔''

قیام پاکستان سے ایک ماہ قبل علامہ شبیر احمد عثمانی قائداعظم سے ملاقات کے لیے دہلی میں ان کی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ علامہ عثمانی نے ان سے پوچھا: ''اب جبکہ اللہ کے فضل و کرم سے پاکستان بن رہا ہے، آپ یہ فرمائیں گے کہ پاکستان میں آئین کون سا ہوگا؟'' اس پر قائداعظم نے دوٹوک انداز میں کہا: ''پاکستان میں قرآنی آئین ہوگا۔ میں نے قرآن مجید ترجمہ سمیت پڑھا ہے اور میں پختہ یقین رکھتا ہوں کہ قرآنی آئین سے بڑھ کر کوئی آئین نہیں ہوسکتا۔''

اس کے باوجود پاکستان میں سیکولر چیف جسٹس منیر احمد نے اپنی کتاب (فرام جناح ٹو ضیاء) میں صریحاً غلط بیانی کرتے ہوئے لکھ دیا کہ ''قائداعظم پاکستان میں سیکولر سٹیٹ قائم کرنا چاہتے تھے۔'' یاد رہے یہ منیر احمد وہی ذات شریف تھے جنھوں نے جنرل ایوب کے مارشل لاء کو جائز قرار دے کر پاکستان کو سرزمین بے آئین بنانے کی بنیاد رکھی تھی۔

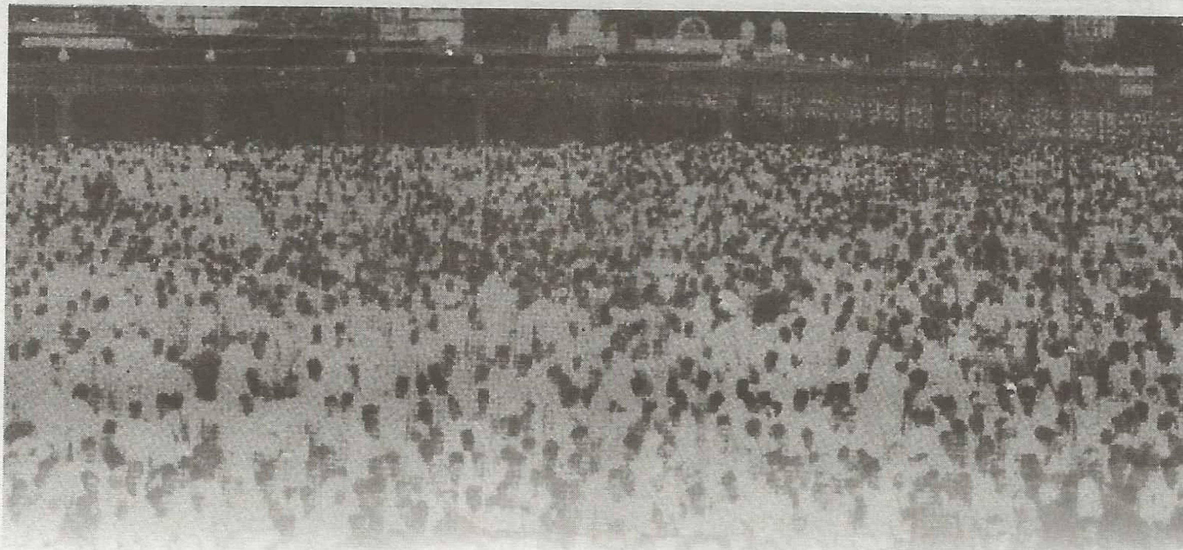
گورنر جنرل کی حیثیت سے فروری 1948ء میں قائداعظم نے پاکستان کے آئین کی تشکیل کے وقت واشگاف الفاظ میں کہا تھا: ''پاکستان کی آئین ساز اسمبلی کو ابھی پاکستان کا آئین مرتب کرنا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس آئین کی آخری شکل کیا ہوگی مگر مجھے یقین ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی اصولوں کا آئینہ دار ہوگا۔ اسلام کے یہ اصول آج بھی اسی طرح عملی زندگی پر منطبق ہوسکتے ہیں جس طرح وہ تیرہ سو سال پہلے ہوسکتے تھے۔ اسلام نے ہمیں انسانی مساوات اور ہر ایک کے ساتھ عدل و دیانت کی تعلیم دی ہے۔'' (اہل امریکہ کے نام ایک پیغام)

قائداعظم ہر مسلمان کے لیے اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات سمجھتے تھے اور معاشرت، سیاست، معیشت غرض انسانی زندگی کے ہر شعبے کو قرآنی تعلیمات کے تابع قرار دیتے تھے۔ انھوں نے قیام پاکستان سے قبل 101 بار اور بعد میں 14 مرتبہ کہا کہ پاکستان کے آئینی ڈھانچے کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی جائے گی۔

قائداعظم ایک سچے، کھرے اور مخلص مسلمان تھے۔ وہ علماء کا احترام کرتے تھے، چنانچہ ان کی خواہش پر 15 اگست کو کراچی میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور ڈھاکہ میں مولانا ظفر احمد عثمانی نے پاکستان کا پرچم لہرایا۔ انھوں نے ''ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن'' نامی محکمے کا سربراہ نومسلم مفکر علامہ محمد اسد کو مقرر کیا جو قرآن، عربی زبان اور اسلامی تعلیمات کے ماہر تھے اور اپنے رسالے ''عرفات'' میں پاکستان کے آئین، قانون، معاشی نظام اور نصاب تعلیم کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کے حوالے سے طویل مضمون لکھ چکے تھے۔

چنانچہ علامہ اسد نے 18 اکتوبر 1948ء کو ریڈیو پاکستان کی نشری تقریر میں واضح کیا تھا کہ ''ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن''

نظریۂ پاکستان یا دوقومی نظریے کی نفی کرنے والے قیام پاکستان کے حقیقی جواز کو مسترد کر کے دراصل اکھنڈ بھارت کی وکالت کرتے ہیں



کا کام پاکستان کے قانونی ڈھانچے کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا ہے۔ قائداعظم کی وفات کے بعد یہ محکمہ بوجوہ فعال نہ رہ سکا اور علامہ اسداس سے الگ ہو گئے۔

قائداعظم دو قومی نظریے کے پرزور مؤید اور پاکستان کے معمار تھے۔ ان کا نظریۂ پاکستان سراسر اسلام پر مبنی تھا۔ انھوں نے ملت اسلامیان ہند کو ایک آزاد وطن دلا کر جو عظیم الشان ملی خدمت انجام دی، اسی کے پیش نظر، صاحبِ نظر علامہ شبیر احمد عثمانی نے ان کے انتقال پر کہا تھا کہ ''قائداعظم اورنگ زیب کے بعد مسلمانوں کے عظیم ترین رہنما تھے۔''

قائداعظم کے تصورِ پاکستان میں سیکولرزم یا کسی اور ازم کی ہرگز گنجائش نہ تھی۔ مندرجہ ذیل تصریحات سے واضح ہے کہ وہ صدق دل سے ملک میں شریعت کا نفاذ چاہتے تھے۔ بانی پاکستان اور جمہور مسلمانوں کے اسی تصور کے مطابق تحریک پاکستان کے دوران، مسلم لیگ کے جلسوں میں نعرے لگتے تھے:

پاکستان کا مطلب کیا

لا الٰہ الا اللہ

کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کے مطابق ملک میں اسلامی شریعت کا عملی نفاذ قیام پاکستان کا اولین تقاضا ہے جس کو سابقہ حکومتیں نظرانداز کرتی رہی ہیں۔ اگر وطن عزیز میں اللہ کا قانون نافذ ہو چکا ہوتا تو ہم ان مصائب اور فتنوں سے دوچار نہ ہوتے جن میں آج ہم مبتلا ہیں بلکہ اس صورت میں ایٹمی پاکستان اسلام کی قوت و شوکت کے ساتھ ایک عالمی طاقت ہوتا۔

آئین پاکستان میں نفاذ اسلام اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی دفعات موجود ہیں، لیکن ان کے عملی نفاذ کی راہ میں ایک حقیر مگر حکومتی اداروں پر قابض اقلیت حائل ہے، مثلاً سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کے فیصلے موجود ہیں مگر وفاقی حکومت نے امتناع سود کے خلاف عدالت عظمٰی میں رٹ دائر کر کے اس معاملے کو التوا میں ڈال رکھا ہے۔ نفاذ اسلام کے سلسلے میں ہماری یہ کوتاہی ہمارے آلام و مصائب کا اہم ترین سبب ہے، اسے ترک کر کے ہی قوم اسلام کی ابدی برکات سے بہرہ ور ہو سکتی ہے۔

کچھ کور ذہن اور شپرہ چشم دو قومی نظریے کی تحقیر کرتے اور ہندو بھارت کے ساتھ دوستی اور ''امن کی آشا'' کے جھوٹے گیت الاپتے رہتے ہیں، حالانکہ بھارت وہ ملک ہے جس نے ہماری لائف لائن اور شہ رگ جموں و کشمیر پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے